شیخ الاسلام حضرت احمد جامؒ: احوال و آثار

عظمیٰ عزیز خان☆

Abstract

Sheikh Ahmad Jam was a great Sufi-poet of Saljauqi period. After spending a rejoicing youth, he turned to Sufism and afterward spent about 12 years in seclusion. During this time he not only kept himself busy in worship and meditation but also studied books on religion, literarture and Sufism.He came out of seclusion when he was 40 and began preching Islamic teachings to the people. He built mosques and established monastries .Sheikh Ahmad was a prolific writer and has many books to his credit. Some of his popular books are: Rasaala Samarqandiyyah, Miftaah al-Najaat, Kanuz al-Hikma, Raudha al-Muznibeen, Siraj al-Sa'reen and a dewan of poetry.

حضرت شیخ احمد جامؒ ایک صوفی باصفا اور روشن ضمیر ولی تھے۔آپ کا شمار پانچویں اور چھٹی صدی کے اکابر اولیاء اللہ میں ہوتا ہے۔آپ سلجوقی عہد کے نامور ایرانی عالم دین، پیرطریقت اور شاعر تھے۔ایران کے نامور محقق دکتر علی فاضل (م:۲۰۰۸ء) لکھتے ہیں:

"وی صوفی درون بین وپاک زبانی است. باتقویٰ و طہارت ضمیر" (۱)

آپ ۴۴۰ھ میں خراسان کے ایک گاؤں نامق میں پیدا ہوئے ۔آپ کا سلسلۂ نسب صحابیِ رسول حضرت جریر بن عبداللہؓ سے جاملتا ہے جنھیں ان کے حسن و جمال کے باعث حضرت عمرؓ

☆ ریسرچ سکالر، مسند حضرت سید علی ہجویریؒ، اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

اہل اسلام کے یوسف کہا کرتے تھے۔(۲) آپ کا پورا نام شہاب الدین ابونصر احمد بن ابی الحسن بن احمد بن محمد النامقی الجامی اور کنیت ابونصر تھی جو آپ نے اپنے بیٹے برہان الدین نصر کی نسبت سے اختیار کی تھی۔آپ کئی القاب سے مشہور ہوئے جن میں شہاب الدین،قطب الاوتاد، شیخ الاسلام، پیر جام،شیخ جام اور ژندہ پیل (۳) اہم ہیں۔نقشبندی سلسلے کے عظیم شاعر، ادیب اور صوفی مولانا عبدالرحمان جامی(۸۱۷ھ۔۸۹۸ھ) نے اپنا تخلص جامی آپ ہی کی نسبت سے رکھا تھا۔(۴) فارسی کے عظیم غزل گوشاعر خواجہ حافظ شیرازی (م:۷۹۱ھ) نے بھی اپنی ایک غزل میں کنایۃً شیخ احمد جام کا ذکر کیا ہے جو شیخ کے عظمتِ مرتبہ کی دلیل ہے:

حافظ مرید جام می است ای صبا برو

وزبنده بندگی برسان شیخ جام را (۵)

حکیم سنائی غزنوی (۴۶۷ھ۔۵۲۹ھ)،امام غزالی (۴۵۰ھ۔۵۰۵ھ) اورعین القضاۃ ہمدانی(۴۹۲ھ۔۵۲۵ھ) آپ کے ہم عصر تھے۔آپ عربی النسل تھے اور آپ کی رنگت سرخی مائل تھی۔ڈاڑھی بھورے رنگ کی اور آنکھیں گہری نیلی تھیں۔(۶)

حضرت احمد جامؒ کی ابتدائی زندگی عیش وعشرت اور لا اُبالی پن میں بسر ہوئی۔پھر مشیتِ ایزدی کے تحت آپ کی باطنی زندگی میں انقلاب آ گیا اور آپ دین وعرفان کی طرف مائل ہو گئے۔ اس وقت آپ کی عمر بائیس سال تھی۔اپنی توبہ کے سلسلے میں کتاب ''سراج السائرین'' میں لکھتے ہیں:

"بیست و دو ساله بوده ام که حق عز شانه به لطف و کرم خود

مرا توبه کرامت کرد." (۷)

آپ کی زندگی میں آنے والی اس تبدیلی کے بارے میں جو واقعہ بیان کیا جاتا ہے وہ کچھ یوں ہے کہ ایک دن آپ بادہ نوشی کا سامان ایک گدھے پر لاد کر گھر جا رہے تھے تو آپ نے ہاتفِ غیبی کی تنبیہی آواز سنی جس کے بعد آپ کی زندگی میں انقلاب آ گیا اور آپ گناہوں کی زندگی چھوڑ کر گوشہ نشین ہو گئے۔تقریباً بارہ سال تک آپ اپنے گاؤں کی پہاڑیوں میں ریاضت ومجاہدہ میں مشغول رہے۔اسی عرصے میں آپ کو مطالعے کا شوق پیدا ہوا جو ساری زندگی برقرار رہا۔آپ

نے اپنے شوق کی تسکین اور حصول علم کے لیے بہت سی دینی اور ادبی اور عرفانی کتابوں سے استفادہ کیا اور اپنے عہد کے نامور علماء میں شمار ہوئے۔تحصیل علم اور ذوق مطالعہ کا یہ معاملہ بھی آپ کی کرامت ہے حالاں کہ آپ نے باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی تھی۔(۸)

تقریباً چالیس سال کی عمر میں آپ نے گوشہ نشینی ترک کر کے مخلوق خدا سے میل جول شروع کیا اور قرآن وسنت کے ابدی پیغام کو ان تک پہنچانے میں مشغول ہو گئے۔آپ لوگوں سے ملتے،نصیحت فرماتے اور انھیں زہد وتقوئی کی اہمیت سے آگاہ کرتے۔آپ کی گفتگو بڑی خوبصورت اور پرتاثیر ہوتی تھی۔آپ کی تعلیمات سے لوگوں کے دل ودماغ پر بڑے گہرے اثرات مرتب ہونے لگے اور لوگ دور دور سے آکر آپ کی مجالس سے استفادہ کرنے لگے۔آپ کے ایک صاحبزادے شیخ ظہیر الدین عیسیٰ اپنی کتاب ''رموز الحقایق'' میں لکھتے ہیں:

"تا آخر عمر بردست پدرم،شیخ الاسلام احمد .قدس الله تعالی سره .ششصد هزار کس توبه کرده اند و از راه معصیت به طریق طاعت باز آمده." (۹)

یعنی میرے والد گرامی کی زندگی کے آخری لمحے تک چھ لاکھ لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی،اور گناہوں کا راستہ ترک کر کے طاعت کا راستہ اختیار کیا۔

شیخ الاسلام احمد جامؒ نے تبلیغ اسلام اور وعظ ونصیحت کے ساتھ ساتھ مختلف جگہوں پر مساجد بھی تعمیر کیں اور خانقاہی سلسلہ شروع کیا۔آپ نے ''قصبہ جام'' میں ایک مسجد ''مسجد نور'' بنائی۔چھ سال تک آپ نے اس قصبہ میں قیام فرمایا۔اس کے بعد ایک اور گاؤں ''معد آباد'' چلے گئے اور وہاں ایک اور مسجد اور خانقاہ قائم کی۔(۱۰)

شیخ احمد جامؒ نے ۵۳۶ھ میں انتقال کیا۔(۱۱) آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو معد آباد سے باہر اس متبرک جگہ دفن کیا گیا جسے آپ کے ایک دوست نے خواب میں دیکھا تھا۔آپ کے مزار کے احاطے میں ایک مسجد اور خانقاہ تعمیر کی گئی۔بعد میں اس جگہ اور عمارات منتقل چلی گئیں۔اس طرح وہ بستی ''تربت جام'' کے نام سے مشہور ہوئی (۱۲) جو ایران کے موجودہ صوبہ خراسان کا ایک اہم شہر ہے اور زیارت گاہ عوام وخواص ہے۔

پیر جامؒ اگر چہ کسی با قاعدہ صوفی سلسلے سے وابستہ نہیں تھے تا ہم ایک روایت کے مطابق آپ ایک صوفی بزرگ ابو طاہر کردؒ سے بہت عقیدت رکھتے تھے جو شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ (۳۵۷ھ۔۴۴۰ھ) کے مریدوں میں سے تھے۔شیخ ابو سعید ابو الخیرؒ نے اپنے خرقے کے بارے میں ابو طاہر کردؒ کو وصیت کی تھی کہ میری وفات کے بعد بلند قامت اور روشن آنکھوں والا ایک نوجوان تمھاری خانقاہ میں آئے گا، اس کا نام احمد ہوگا، یہ خرقہ اس کے حوالے کر دینا۔ چنانچہ شیخ ابوسعیدؒ کی وفات کے بعد جب شیخ جامؒ کی ملاقات ابو طاہرؒ سے ہوئی تو بشری تقاضے کے تحت شیخ ابوطاہر کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں یہ خرقہ اس نوجوان کے حوالے کیوں کروں؟ جونہی آپ کو یہ خیال آیا تو احمد جامؒ نے آپ سے کہا کہ اے خواجہ! امانت میں خیانت کرنا درست نہیں۔اس بات پر خوش ہو کر ابو طاہرؒ نے وہ خرقہ آپ کے حوالے کر دیا۔یہ خرقہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے نسبت رکھتا تھا اور بائیس اولیائے کرام سے ہوتا ہوا حضرت احمد جامؒ تک پہنچا تھا۔ آپ کے پاس یہ کافی عرصہ محفوظ رہا مگر بعد میں کہیں گم ہوگیا۔(۱۳)

شیخ جام کثیر الاولاد تھے۔ان کے انتالیس بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔آپ کی وفات کے وقت چودہ بیٹے حیات تھے جو سب کے سب عالم،فاضل اور صاحب تصانیف و کرامات تھے۔(۱۴) ان میں ایک برہان الدین نصر تھے جنھوں نے آپ کی خلافت اور مریدوں کی ہدایت و تبلیغ کا کام سنبھالا تھا۔پیر جام کا خاندان کئی نسلوں تک علم تقویٰ اور پرہیز گاری کی وجہ سے امتیازی حیثیت کا حامل رہا۔ انھیں پوری اسلامی دنیا میں خاص عزت و احترام حاصل رہا۔کئی بادشاہ، وزراء اور امراء اس خانوادے کے معتقد رہے۔ ان کی اولاد میں سے کئی حضرات برصغیر میں بھی آباد ہو گئے تھے۔ان کے احوال و خدمات کا تعارف ایک الگ مقالے کا متقاضی ہے۔داراشکوہ اپنی کتاب ''سفینتہ الاولیاء'' میں لکھتا ہے:

''اکبر بادشاہ جو اس فقیر کے جد امجد ہیں، ان کی والدہ حضرت شیخ الاسلام کی اولاد میں سے ہیں۔''(۱۵)

یہ خاندان اب بھی بہت اہمیت کا حامل ہے۔ایران کے کئی شہروں کے علاوہ اس خاندان کے افراد

دنیا کے اور بہت سے خطوں میں آباد ہو چکے ہیں جن میں افغانستان، برصغیر اور وسط ایشیاء کے ممالک زیادہ اہم ہیں اور وہاں بھی انھیں اپنے علم وفضل اور آبائی نسبت کی وجہ سے نمایاں مقام حاصل ہے۔ تربت جام میں شیخ الاسلام کی خانقاہ کو اب بھی مرکزیت حاصل ہے اور سُنّی اکثریت کے اس علاقے میں یہ خاندان علمی وجاہت، روحانی عظمت اور معاشرتی وقار کا امین ہے۔(۱۶)

احمد جامؒ نے نہ صرف اپنی تقاریر اور خطبات کے ذریعے وعظ ونصیحت اور تبلیغ اسلام کی خدمت انجام دی بلکہ فارسی نثر اور نظم کے ذریعے بھی یہ سلسلہ بھرپور طریقے سے جاری رکھا۔آپ کا شمار تصوف کے عہد ساز دانشوروں میں ہوتا ہے۔آپ نے کئی کتابیں تصنیف کیں جو لاکھوں لوگوں کے لیے ہدایت و راہنمائی کا ذریعہ ہیں۔آپ کی صوفیانہ شاعری کو برصغیر میں بہت جلد مقبولیت حاصل ہوگئی تھی۔آپ کا دینی اور عرفانی پیغام تطہیر قلب وروح کا سامان کرتا تھا۔یہی وجہ تھی کہ صوفیائے کرام کی محافل سماع میں بھی آپ کا کلام سنا جاتا تھا اور اکابر اولیاء اللہ کے ہاں بے حد مقبول تھا۔۶۳۳ھ میں دہلی میں چشتیہ سلسلے کے مشہور شیخ طریقت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے ایک محفل سماع کے دوران آپ کا یہ شعر سنتے ہوئے وصال فرمایا تھا:

کشتگانِ خنجر تسلیم را

هر زمان از غیب جان دیگر است (۱۷)

اگرچہ شاعری کی طرح آپ کی نثر بھی علم ومعرفت کا گنجینہ ہے لیکن برصغیر میں آپ کی تصانیف زیادہ عام نہ ہوسکیں۔یہاں محض آپ کی ایک دو تصانیف کی سنگی اشاعت ہوئی اور وہ بھی محدود پیمانے پر۔چنانچہ یہاں کے بہت کم اہلِ علم آپ کے اس علمی سرمائے سے آگاہ ہوئے۔حتیٰ کہ آج بھی آپ کی تصانیف کے بارے میں بہت کم لوگ جانتے ہیں۔خود ایران میں بھی شیخ احمد جامؒ اور آپ کی تصانیف کے حوالے سے عرصے تک کوئی قابل قدر کام نہیں ہوا اور دیر تک آپ کی بیشتر کتابیں شائع نہ ہوسکیں لیکن اس سلسلے میں ایک معاصر ایرانی محقق علی فاضل کا ممنون ہونا چاہیے کہ انھوں نے شیخ الاسلام احمد جامؒ کے احوال وآثار کو اپنا مرکزی موضوعِ تحقیق بنایا اور ان کی مختلف کتب پر سیر حاصل مقدمے اور جامع تعلیقات لکھیں۔

شیخ جامؒ کی تمام تصانیف قرآن وسنت کے احکامات سے مزین ہیں۔ان میں روحانی اور عرفانی موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے۔آپ ایک ماہر طبیب کی طرح انسان کی ذہنی اور روحانی بیماریوں کی نشاندہی کر کے ان کا علاج تجویز کرتے ہیں۔آپ اپنی تحریروں میں شریعت وطریقت پر عمل پیرا رہنے کی بار بار تلقین کرتے ہیں۔آپ کی کتابیں اسلامی تصوف کا قیمتی سرمایہ ہیں(۱۸)۔

ذیل میں آپ کی تصانیف کا ایک مختصر سا جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

رسالہ سمرقندیہ: یہ مختصر رسالہ ہے جو شیخ احمد جامؒ کے ان خطوط پر مشتمل ہے جو انھوں نے اپنے بعض سمرقندی دوستوں، ارادت مندوں اور مریدوں کے سوالوں کے جواب میں لکھے۔ان خطوط میں سلطان سنجر، ملک شاہ سلجوقی اور ہم عصر نامور عالم اور فقیہ امام فصیح الدین ولوالجی کے نام خطوط بھی شامل ہیں۔سلطان سنجر نے اپنے خط میں شیخ جامؒ سے اولیاءاللہ کے بارے میں دریافت کیا تھا اور ان کی نشانیاں پوچھی تھیں۔(۱۹)

مفتاح النجات: شیخ جامؒ نے یہ کتاب ۵۲۲ھ میں ۸۲ سال کی عمر میں اپنے بیٹے خواجہ نجم الدین ابوبکر کی خواہش پر، ان کی بیعت کے موقع پر لکھی۔اس میں مقدمہ کے علاوہ سات ابواب اور دو فصول شامل ہیں اور اس میں اہل سنت و جماعت کے اعتقادات، علماء، فضلاء اور متقیوں کے طرزِ زندگی، سالکانِ حق کی سیرت، درویشوں کے توکل، قناعت، سماع اور کسب وکار کے علاوہ ریاکار خرقہ پوشوں سے بچنے کے طریقے اور حصولِ علم کی افادیت جیسے موضوعات زیرِ بحث لائے گئے ہیں۔(۲۰)

کنوز الحکمتہ: یہ کتاب بیس ابواب پر مشتمل ہے اور ان میں اسرار ومعرفت، علمِ لدنی، فقر، منازلِ سلوک اور اسرار ربوبیت جیسے موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ مصنف کے عمومی طریقہ کار کے مطابق اس کتاب کا تقریباً نصف حصہ قرآنِ کریم کی آیات کے ترجمہ وتفسیر پر مشتمل ہے۔اس کا سال تصنیف ۵۳۳ ہے۔(۲۱)

روضتہ المذنبین: اس کتاب کا مکمل نام ''روضتہ المذنبین وجنتہ المشتاقین'' ہے۔یہ سلطان

سنجر سلجوقی کے عہد میں ۵۲۰ھ میں لکھی گئی۔ یہ تیئیس ابواب پر مشتمل ہے۔ نویں صدی ہجری کے مشہور ایرانی شاعر قاسم انوار (م: ۸۳۷ھ) نے اپنے اشعار میں بھی اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے۔ (۲۲)

بحار الحقیقۃ: اس کا سال تصنیف ۵۲۷ھ ہے۔ یہ کتاب احمد جامؒ نے اپنے مریدوں اور حاضرین مجلس کی خواہش پر لکھی تھی۔ اٹھارہ ابواب پر مشتمل اس کتاب میں انھوں نے عارفانہ خیالات کو بڑی وضاحت وصراحت سے بیان کیا ہے اور اپنی کتاب "کنوز الحکمۃ" کی طرح اس میں بھی قرآن کریم کی آیات کا ترجمہ اور تفسیر بڑے دلنشین انداز میں بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ قرائت کی مختلف اقسام اور ان کے ناموں کے سلسلے میں عظیم قاریوں اور مفسرین کی آراء واقوال کو بطور سند پیش کیا ہے۔ اس کتاب کی ایک اور خوبی آیات قرآنی کا لفظ بہ لفظ سادہ ورواں فارسی ترجمہ بھی ہے۔ (۲۳)

انس التائبین: اس کتاب کا مکمل نام "انس التائبین وصراط المبین" ہے لیکن یہ "انس التائبین" کے مختصر نام سے مشہور ہے۔ پانچویں صدی ہجری کے آخر میں تصنیف ہوئی۔ پینتالیس ابواب پر مشتمل ہے اور شیخ جامؒ کی دستیاب کتب میں اسے مفصل ترین کتاب ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ (۲۴)

سراج السائرین: یہ کتاب ۵۳۳ھ میں لکھی گئی۔ یہ چوبیس ابواب پر مشتمل ہے۔ اس کی صرف ایک جلد موجود ہے۔ اس کا اسلوب سوال و جواب کے انداز میں ہے جو پرکشش، پرمغز اور دلچسپ ہے۔ اس میں روحانی مقامات، نفس امارہ، پرہیزگار اور ریاکار خرقہ پوشوں کے ذکر کے علاوہ ان خانقاہوں کے بارے میں بھی بتایا گیا ہے جو اعلیٰ اصول وضوابط کے مطابق کام کر رہی ہیں اور ان کا بھی ذکر ہے جن کی حیثیت دکان داری سے زیادہ نہیں ہے۔ اخلاقی اور تربیتی لحاظ سے یہ بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اس کا متن ڈاکٹر علی فاضل کی کوششوں سے تدوینی مراحل طے کر چکا ہے۔ انھوں نے اس کتاب پر سیر حاصل مقدمہ اور تعلیقات بھی لکھی ہیں۔ نادر الفاظ، تراکیب اور اصطلاحات کی فہرست کے علاوہ متن سے مربوط دیگر اشاریاتی فہرستیں بھی شاملِ کتاب کی گئی ہیں۔ (۲۵)

دیوانِ شعر: احمد جامؒ کا دیوان شعر غزلیات ، مثنویات ، قطعات اور متفرق اشعار پر مشتمل ہے۔(۲۶) برصغیر میں اس کی سنگی اشاعت ہوچکی ہے۔

شیخ جامؒ کا اسلوبِ تحریر پر تکلف الفاظ، عبارت آرائی اور تصنع و بناوٹ سے پاک، سادہ، رواں اور آسان ہے۔گویا اسے سہلِ ممتنع کا دلکش نمونہ قرار دیا جا سکتا ہے۔جملے چھوٹے مگر پر معانی ہیں۔مفردات آسان فہم ہیں۔چونکہ آپ کے پاس الفاظ کا ایک وسیع ذخیرہ موجود ہے اس لیے وہ مفاہیم کے جامع بیان میں مدد دیتا ہے۔(۲۷) یہی وجہ ہے کہ عوام الناس کے لیے بھی آپ کی تحریریں پڑھنا اور سمجھنا زیادہ دشوار نہیں ہے بلکہ یہ جوانوں اور بوڑھوں میں یکساں مقبول ہیں اور عوام وخواص دونوں کے لیے دلچسپی کا باعث ہیں۔

آپ کی تحریریں لطیف تراکیب پر مشتمل ہیں۔ان میں خراسانی الفاظ وکلمات کثرت سے استعمال کیے گئے ہیں اسی لیے یہ خصوصی انفرادیت کی حامل ہیں۔ڈاکٹر علی فاضل لکھتے ہیں:

" افکار و مفاهیم پو سیده و بی جان و منجمد که غالباً دست مایهٔ لفاظان بی هنر است و مایهٔ دل مردگی و سردی خواننده می شود، گریبان گیر الفاظ آنها نشده است ".(۲۸)

یعنی کہ متروک، بے جان اور منجمد الفاظ ومطالب جو پڑھنے والے کو بیزاری اور مایوسی کا شکار کرتے ہیں، ان کے ہاں نہ ہونے کے برابر ہیں۔

ان کے اسلوب کی یہی فصاحت ،تنوع اور تازگی ہے جو اسے دیگر تمام اسالیب سے منفرد کرتی ہے اور یہ بہ آسانی پہچانا جاتا ہے۔کہیں کہیں ان کا لہجہ روزمرہ بول چال کا ہے۔بعض مقامات پر خطابیہ آہنگ نمایاں ہے۔ان کی نثر ہر رنگ میں جاذبِ توجہ اور اثر انگیز ہے۔خاص طور پر جن مقامات پر انھوں نے اپنے شخصی واقعات ومشاہدات اور وارداتِ قلبی بیان کیے ہیں، وہ بہت منفرد اسلوب کے حامل ہیں۔گویا آپ کی تحریریں فارسی زبان وادب کا شاہکار ہیں اور آپ کے منفرد اسلوب کو بلاشبہ آج کے انشاء پردازوں کے لیے بہترین نمونۂ تقلید قرار دیا جا سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالہ جات

(۱) انس التائبین، احمد جامؒ، تصحیح وتوضیح دکتر علی فاضل، چاپخانہ حیدری، تہران، ۱۳۶۸، طبع اول، ص بیست
(۲) نفحات الانس من حضرات القدس، نور الدین عبد الرحمان جامی، مقدمہ، تصحیح وتعلیقات دکتر محمود عابدی، انتشارات اطلاعات، تہران، ۱۳۷۴، طبع دوم، ص ۳۶۴
(۳) از جام شیخ جام، گزیدۂ آثار شیخ جام، انتخاب وتوضیح دکتر علی فاضل، انتشارات سخن، تہران، ۱۳۷۶، طبع اول، ص ۲۰۔
(۴) جامی، علی اصغر حکمت، ترجمہ وتکملہ سید عارف نوشاہی، رضا پبلی کیشنز، لاہور، مرکز تحقیقات فارسی و ایران، اسلام آباد، ۱۹۸۳ء، ص ۱۳۰
(۵) دیوان حافظ شیرازی، نسخہ علامہ محمد قزوینی و دکتر قاسم غنی، انتشارات فارابی، تہران، ۱۳۷۵، طبع اول، ص ۶
(۶) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۹۶۶ء، طبع اول، جلد ۲، ص ۱۰۶
(۷) بحوالہ نفحات الانس، ص ۲۷
(۸) از جام شیخ جام، گزیدۂ آثار شیخ جام، ص ۲۷
(۹) بحوالہ نفحات الانس، ص ۳۶۴
(۱۰) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۲، ص ۱۰۶
(۱۱) لغت نامہ دھخدا، علی اکبر دھخدا، شمارہ مسلسل ۳، تہران، ۱۳۴۰ش، جلد ۴، ص ۱۱۰۸
(۱۲) انس التائبین، ص بیست و یک
(۱۳) سفینۃ الاولیاء، داراشکوہ، ترجمہ محمد علی لطفی، نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱۹۷۵ء، طبع پنجم، ص ۲۱۵
(۱۴) نفحات الانس، ص ۳۶۳
(۱۵) سفینۃ الاولیاء، ص ۲۱۴
(۱۶) انس التائبین، ص سی و پنج
(۱۷) سیر الاولیاء، امیر خورد، ترجمہ اعجاز الحق قدوسی، اردو سائنس بورڈ، لاہور، ۱۹۹۶ء، طبع چہارم، ص ۱۴۲
(۱۸) انس التائبین، ص نوزدہ

(۱۹) انس التائبین، ص نہ، یہ رسالہ ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔اس کے قلمی نسخے جرمنی اور ترکی کے کتب خانوں میں موجود ہیں

(۲۰) انس التائبین، ص دہ، مفتاح النجات پہلی بار ڈاکٹر علی فاضل کے اہتمام سے ۱۳۴۷ش ۱۹۶۸ء میں بنیاد فرہنگ ایران، تہران اور پھر اضافات وتوضیحات اور متعدد اشاریوں کے ساتھ مطالعات فرہنگی، تہران کے توسط سے ۱۳۷۳ش ۱۹۹۴ء میں دوبارہ شائع ہوتی

(۲۱) انس التائبین، ص سیزدہ، کنوز الحکمۃ تا حال غیر مطبوعہ ہے۔تربت جام، ہرات اور جرمنی میں اس کے مخطوطات موجود ہیں جن کی مدد سے ڈاکٹر علی فاضل نے اس کی تدوین کی ہے۔

(۲۲) کلیات قاسم انوار، تصحیح ومقابلہ ومقدمہ سعید نفیسی، کتاب فروشی سنائی، تہران، ۱۳۳۷ش، ص ۳۵۷

(۲۳) انس التائبین، ص یازدہ، بحار الحقیقت ابھی تک شائع نہیں ہوئی۔اس کا ایک قلمی نسخہ ڈاکٹر علی فاضل مرحوم کے ذاتی کتب خانے میں موجود ہے

(۲۴) انس التائبین، ص سی وھفت، انس التائبین کا فارسی متن ۱۳۶۸ش/۱۹۸۹ء میں ڈاکٹر علی فاضل کے فاضلانہ مقدمے اور حواشی وتعلیقات کے ساتھ انتشارات توس، تہران سے شائع ہو چکا ہے۔

(۲۵) انس التائبین، ص پانزدہ، سراج السائرین کا مکمل متن تا حال شائع نہیں ہوا البتہ ڈاکٹر علی فاضل مکمل متن کی تصحیح وتدوین کر چکے تھے۔ڈاکٹر علی فاضل نے اس کا عمدہ انتخاب ۱۳۶۸ش/۱۹۸۹ء میں موسسۂ چاپ وانتشارات آستانِ قدسِ رضوی، مشہد، ایران سے شائع کرایا ہے۔

(۲۶) از جام شیخ جام، گزیدہ ء آثار جام، ص ۳۷، دیوانِ جامؒ سب سے پہلے برصغیر میں شائع ہوا۔اس کی پہلی اشاعت ۱۸۸۳ء میں لکھنو میں ہوئی۔بعد میں یہ کم از کم چار بار کانپور سے بھی شائع ہوا: ۱۸۷۹ء، ۱۸۸۱ء، ۱۸۹۸ء، ۱۹۲۳ء۔ان متعدد اشاعتوں سے برصغیر میں ان کے کلام کی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔شیخ احمد جامؒ کے احوال وآثار کے ایرانی متخصص ڈاکٹر علی فاضل مرحوم ان تمام اشاعتوں اور کئی قلمی نسخوں کے تقابل سے اس کے متن کی جدید علمی انداز میں تدوین کر چکے تھے۔اللہ کرے اس کی اشاعت ممکن ہو سکے۔

(۲۷) از جام شیخ جام، گزیدہ ء آثار جام، ص ۴۰

(۲۸) انس التائبین، ص بیست